طالبان حدیث کو چند نصائح

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

علم حدیث میں اپنی کم مائیگی و بے بضاعتی کے پورے اعتراف کے ساتھ اپنے زمانۂ تدریس اور علمی وفکری حلقوں سے مناسبت وتعلقات کی روشنی میں ان قارئین کے لئے جن کا تعلق دینی مدارس اور علم وتحقیق کے مراکز سے ہے، اپنے ان مخلصانہ مشوروں اور تجربات ومشاہدات کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے، جو راقم کو حاصل ہوئے ہیں:

(۱) پہلی چیز جس کا اہتمام بہت زیادہ ضروری اور اہم ہے، وہ کتب حدیث کے درس وتدریس اور بحث وتحقیق میں اخلاص واحتساب اور تصحیح نیت ہے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ان خالص دینی واجبات واعمال میں (جس کو انسان محض امر الٰہی کی تعمیل اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کرتا ہے) ایمان واحتساب کی شرط لگائی ہے، اس لئے کہ ان اعمال میں بھی بعض مرتبہ ماحول کا دباؤ اور لوگوں کے قیل وقال اور تنقید وملامت کا خوف شامل ہو جاتا ہے، اور انسان ان اعمال کو بھی معاشرے کے اثر سے اور ملامت کے خوف سے کرتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دینی واجبات واعمال میں بھی حصول ثواب ورضائے الٰہی اور حصول تقرب کی نیت کے استحضار کی قید لگائی، اور یہ بات نبی ہی کہہ سکتا ہے، جس پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے، اور وہ انسانی کمزوریوں اور خواہشات نفسانیہ کے اسباب اور شیطانی مکائد سے بخوبی واقف ہوتا ہے، ارشاد نبوی ہے: "من صام رمضان ایماناً واحتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه "یعنی: "جس نے رمضان کے روزے رکھے، ایمان واحتساب کی نیت سے، تو اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہوں کو معاف کر دے گا۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے: "من قام لیلة ایماناً واحتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه "یعنی: "جو لیلۃ القدر میں ایمان و احتساب کی نیت سے عبادت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ سب گناہوں کو معاف فرمادے گا۔"

تو جب انسان کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ رمضان کے روزے اور شب قدر کی عبادت کو (جب کہ ان میں مشقت و مجاہدہ ہے، اور ان کو صرف تقرب الی اللہ اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے مشروع کیا گیا ہے) ایمان واحتساب سے خالی

ہوکر کرے، تو وہ اعمال و مساعی جن کے متعدد مقاصد وفوائد ہو سکتے ہیں، ان کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے، اس لئے ان مساعی و مشاغل میں اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے کہ ان میں اجر وثواب کی نیت کا استحضار ہو، اور انفرادی واجتماعی فوائد ملحوظ ہوں، اور اس کی تبلیغ ودعوت ہو، اس کی روشنی میں معاشرے کا جائزہ لیا جائے، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل ہو کہ: ''نضر الله امرء سمع منا شيئا فبلّغه كما سمعه، فرب مبلغ أوعى من سامع '' اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز وشاداب رکھے، جس نے ہم سے کچھ سنا، پھر ویسے ہی اس کو دوسروں کو پہنچادیا، بسا اوقات جس کو اس نے پہنچایا ہے، وہ سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھنے والا ہوتا ہے!

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کی ابتدا بڑی حکمت سے کی ہے اور اس میں توفیق الٰہی شامل ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے یہ حدیث ذکر کی ہے: ''انما الاعمال بالنيات، و انما لكل امرئ مانوی، فمن کانت هجرته الى دنيا يصيبها أوالى امرأة ينكحها فهجرته الى ماهاجر اليه ''۔ اس حدیث سے کتاب کی ابتدا میں امام بخاریؒ کے دو اہم مقاصد ہیں: پہلا مقصد تو یہ ہے کہ امام صاحبؒ نے یہ ارشاد فرمادیا کہ ان کا جمع وتالیف کا یہ عمل محض رضائے الٰہی کے حصول اور ثواب کی امید میں ہے، اور اس لئے کہ کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو صحیح سندوں سے ثابت ہے، اس کو عام طور پر مسلمانوں اور خاص طور پر علماء اور حدیث سے اشتغال رکھنے والوں تک پہنچادیا جائے۔

دوسرا مقصد امام صاحبؒ کا یہ ہے کہ وہ پڑھنے والوں کو بھی تصحیح نیت کی دعوت دیں، اور رضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ یاد دلائیں، اس طرح یہ حدیث شریف کی کسی بھی کتاب کے لئے بہترین دیباچہ اور مقدمہ ہے۔ علم حدیث کے طلبہ اور مطالعہ کرنے والوں کے لئے سب سے ضروری یہ ہے کہ وہ اپنی نیتوں کی تصحیح کریں، اپنے اندر اخلاص واحتساب پیدا کریں، تقرب الی اللہ کا جذبہ بیدار کریں، اس کے ثواب اور توفیق کی امید رکھیں، اور طلب دنیا اور مادی اغراض ومقاصد کو دل سے نکال دیں، شہرت ونام وری اور حصول دنیا کا جذبہ ان کے اندر نہ ہو، اگر بغیر قصد وارادے کے بھی یہ بات دل میں پیدا ہوتی ہو تو اس کو کھرچ دیں۔

(۲) ایمان واحتساب اور حدیث نبوی کی قدر ومنزلت کی معرفت کے ساتھ ساتھ اس کا وہ ادب واحترام جو اس کے شایانِ شان ہے، تواضع وفروتنی کا اظہار، اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا فرمائی ہوئی توفیق وسعادت پر اس کا شکر بجالانا بھی ضروری ہے، اس سلسلے میں حدیث کے مدرسین ومعلمین اور اس کی قدر پہچاننے والے اور اس توفیق الٰہی پر اس کا شکر کرنے والے طلبۂ حدیث کے عجیب ومحیر العقول واقعات تاریخ کی زینت ہیں، کہ وہ کس طرح اس کے درس ومطالعے کے وقت باوضو رہتے، اور آداب ملحوظ رکھتے، اور انصاف سے کام لیتے، اور جس نے اس کے خلاف کیا، احادیث اور کتب حدیث کے ساتھ سوء ادب اور اہانت کا معاملہ کیا، اور سخت تنقیدیں کیں، ان کے بارے میں ایسے واقعات موجود ہیں، جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، کہ کس درجہ وہ الحاد ودہریت کا شکار ہو گئے، اور غضب الٰہی کا نشانہ بنے، اللہ تعالیٰ

تمام مسلمانوں اور طالبانِ علوم دینیہ کو اس دردناک انجام سے محفوظ فرمائے۔

(۳) قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ بعثت شریف کے بنیادی مقاصد میں تعلیم کتاب وسنت اور تزکیہ نفوس ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿كما أرسلنا فيكم رسولاً منكم يتلوا عليكم آياتنا ويز كيكم ويعلمكم الكتاب والحكمة ويعلمكم مالم تكونوا تعلمون﴾ (سورۃ بقرہ:۱۵۱) جس طرح (منجملہ اور نعمتوں کے) ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا، جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، اور تمہیں پاک بناتے ہیں، اور کتاب (قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں، اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

اور فرماتا ہے: ﴿لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فهيم رسولاً من أنفسهم يتلو عليهم آياته ويز كيكم ويعلمكم الكتاب والحكمة، وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين﴾ (سورہ آل عمران:۱۶۴) خدا نے مؤمنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا، جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں، اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿هو الذي بعث في الأميين رسولاً منهم يتلوا عليهم آياته ويز كيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين﴾ (سورۃ جمعہ:۲) اور وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انھی میں سے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) پیغمبر بنا کر بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے، اور انہیں (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں، اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

تو تزکیۂ نفوس بعثت کے بنیادی مقاصد میں سے ہے، اور ان بڑے مظاہر میں سے ہے جن میں معجزۂ نبوی، شریعتِ اسلامی اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا، اور یہ مسئلہ اخلاق کی تہذیب، فضائل سے آراستہ ہونے اور رذائل سے پاک ہونے کا ہے، کہ وہ مسلمان جو اس نبوی مدرسہ وتربیت گاہ سے تربیت یافتہ ہیں، اخلاق کی بلندی اور انسانی اقدار میں کامل نمونہ ہوں، اور یہ سب کچھ نورِ نبوت اور تعلیمات نبوی کا فیضان ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی عملی تفسیر ہوں کہ: ﴿لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله كثيراً﴾ (سورۃ احزاب:۲۱) اور تم کو پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی (کرنی) بہتر ہے، (یعنی) اس شخص کو جسے خدا (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو، اور وہ خدا کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے لفظ حکمت کو متعدد جگہوں پر ان ہی اخلاق وآداب نبویؐ کے لئے استعمال فرمایا ہے، اس مسئلہ (تہذیب اخلاق وتزکیہ نفوس) کی اہمیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک سے بھی ظاہر ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق'' میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کردوں۔ تو یہ اس کی بہترین مثال اور افضل ترین نمونہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿انك لعلى خلق عظيم﴾ (سورۃ قلم:۴) بلاشبہ آپ تو بلند اخلاق پر ہیں۔

تو خاص طور سے کتب حدیث ودواوین سنت سے استفادہ کرتے وقت تزکیہ نفوس، تہذیب اخلاق، اتباع سنت، تعلیمات وآداب نبوی کی پیروی کے پہلوؤں کی طرف توجہ کی ضرورت ہے، ہر حدیث کا طالب علم چہ جائے کہ معلم ومحقق ہو، اس کو لوگوں کے لئے اخلاق ومعاملات میں، طور وطریق میں اسوہ ونمونہ ہونا چاہئے، علم حدیث اور سیرت وسنت سے شتغال کی تاثیر اس کی زندگی سے نمایاں ہو، اس کا طور وطریق اس کی اثر پذیری پر ایک روشن دلیل ہو، اور یہ چیز لوگوں کو (خاص طور پر ان ممالک میں جن میں اکثریت غیر مسلموں کی ہو، یا وہاں مغربی تہذیب کا غلبہ ہو) اس امتیاز وتفوق کے اسباب پر غور وفکر پر آمادہ کرے، اور اسلام وسیرت نبوی کے مطالعے پر مجبور کرے، یہ دعوت اسلام کا ایک بہترین ذریعہ اور ذرائع اختیار کئے بغیر اس کو متوجہ کرنے کا ایک اچھا راستہ ہے۔ اس مقصد کے لئے خاص طور پر ان احادیث صحیحہ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے، جن میں خاص طور پر اس موضوع پر توجہ کی گئی ہے۔ ان اہم ترین کتابوں میں امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ کی ''الأدب المفرد'' ہے، دوسری کتاب جو اسی موضوع پر تصنیف کی گئی، وہ حافظ کبیر زکی الدین عبدالعظیم منذری دمشقی (متوفی ۶۵۶ھ) کی ''الترغیب والترھیب'' ہے، جو چار ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

تیسری کتاب ''ریاض الصالحین'' ہے، اس فہرست میں راقم کے والد ماجدؒ کی ''تہذیب الأخلاق'' بھی شامل ہے، جو دار العلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے۔ آخر میں یہ بات بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ وہ مذاہب فقہیہ جن پر زمانہ قدیم سے عمل چلا آرہا ہے، جن میں احکام کے استنباط واستخراج کی بنیاد کتاب وسنت ہے، ان کو ہدفِ ملامت نہ بنایا جائے، اس لئے کہ یہ بے موقع صلاحیتوں کا ضائع کرنا اور دوست سے برسرپیکار ہونا ہے۔ بے شک اجتہادی اختلافات کے اظہار کی گنجائش موجود ہے، بشرطے کہ نیت درست ہو، زہد وتقویٰ اور اخلاص پایا جاتا ہو، کتاب وسنت کا احترام ہو، اور ان کو اساسِ اول قرار دیا جائے، اور جن کو اللہ نے قبولیت ومقبولیت عطا فرمائی اور شہرت وعموم سے نوازا، ان کا بھی احترام کیا جائے۔

ان تمام چیزوں کے بجائے تمام تر توجہات اور اللہ کی دی ہوئی صلاحیتیں کتاب وسنت کی تحقیق ومطالعے اور قرآن وحدیث سے استدلال میں صرف کی جائیں، اور اللہ تعالیٰ نے جو زورِ بیان، قوتِ خطابت واستدلال عطا فرمایا ہے، ان کو شرک وبدعات اور ان کے مظاہر کی تردید میں لگایا جائے، خاص طور پر ان ملکوں میں جہاں اسلام عجمی فاتحین کے ذریعے داخل ہوا، اور جہاں اکثریت غیر مسلموں کی ہے، اور مسلمان بھی ان ہی رسوم وعادات اور عقائد وتقلیدات میں ملوث ہوں، اور جہاں طویل طویل وقفے ایسے گزرے ہیں کہ حدیث شریف کے مطالعہ وتحقیق، اس کی نشر واشاعت، قرآن مجید میں غور وفکر، اس کی تعلیمات کا علم اور علاقائی زبانوں میں اس کی نشر واشاعت کا کام بند رہا ہو، جیسا کہ ہمارے ملک ہندوستان کا مسئلہ ہے۔

اس سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے صاحبزادگان وخلفاء خاص طور پر حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے اصحاب مولانا ولایت علی صادق پوریؒ اور مولانا کرامت علی جونپوریؒ کے طریقۂ کار کو اپنایا جائے، جن میں آخر الذکر کے ذریعہ بنگلہ دیش میں لاکھوں اشخاص کے عقائد کی تصحیح ہوئی، اور وہ بدعات سے تائب ہوئے۔